جناب اختر راہی - بی اے

مکّہ — بعثتِ نبوی سے پہلے

(ایک سیاسی جائزہ)

عہدِ نبوی سے قبل مکّہ کی سیاسی اہمیّت رومی، ایرانی اور حبشی سلطنتوں کی اس باہمی آویزش سے واضح ہے جو ان میں مکّہ پر قابض ہونے کی خواہش سے پیدا ہوئی تھی، رومی شہنشاہوں کی یہ دلی آرزو رہی کہ کسی طرح مکّہ جیسے اہم کاروانی اسٹیشن پر قبضہ ہو جائے، چنانچہ آنحضرت ؐ کے جدِّ امجد قصی کی رومی قیصر نے مدد کی تھی تاکہ ان کے رئیسِ مکّہ ہونے کی وجہ سے رومی اثرات پھیلیں گے [1] لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قصی نے قبضے کے بعد رومی مفادات کو نظر انداز کر دیا اور خود مختاری برتنی شروع کر دی چند نسلوں کے بعد جب مکہ کے عثمان بن حویرث نے عیسائیت قبول کی تو رومی قیصر کو اپنا خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا محسوس ہونے لگا، چنانچہ قیصر نے اُسے تاجِ شہر یاری سے سرفراز کیا اور ایک پروانہ دیا کہ وہ مکہ کی بادشاہت کے منصب پر فائز ہے، لیکن عرب کے آزاد منش بدو اس "تکلف" کو خاطر میں نہ لائے اور خود عثمان کے خاندان کے ہی ایک فرد نے اس بادشاہت کا اسقدر مضحکہ اڑایا کہ عثمان کو اپنے ارادے سے باز آنا پڑا اور بیزار ہو کر شام چلا گیا، قیصر نے انتقامی طور پر اپنی قلمرو میں اہلِ مکہ کا داخلہ بند کر دیا [2]

ایرانیوں کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یمن کی فتح (   ) کے بعد وہ اس خیالِ خام میں مبتلا تھے کہ مکّہ ان کی قلمرو میں شامل ہو چکا ہے، چنانچہ خسرو ایران نے ایک بار یمن کے گورنر کو لکھا کہ آنحضرت ؐ کو ایران جا کر خسرو سے ملنے کی ہدایت کرے۔ بصورت انکار گرفتار کر کے مدائن روانہ کرے۔

اہلِ حبشہ کے سلسلے میں ابرہہ کا واقعہ مشہور ہے جس نے مکّہ کے معبد کو مسمار کرنے کے لئے ہاتھیوں کے ایک لشکر کے ساتھ حملہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر کو کھایا ہوا بھس بنا دیا

---

[1] معارف ابن قتیبہ بحوالہ عہدِ نبوی کا نظامِ حکمرانی ص ۱۷۱   [2] الروض الانف ۔ سہیلی ص ۱۴۶

اور یوں شکست خوردہ واپس ہوا[۱]

ان اہم تاریخی واقعات کے علاوہ عرب مؤلفین نے کئی اہم سفارتوں کا تذکرہ کیا ہے اور اہل مکہ کے مقتدر افراد کی رومی، ایرانی اور حبشی سلطانوں کے ساتھ ملاقاتوں کا ذکر کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوئی نبوت پر قیصر روم نے ابوسفیانؓ (جو اس وقت اسلام نہیں لاتے تھے۔) ہی سے دریافت کیا تھا جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ ہجرت حبشہ کے موقع پر جب مکّہ والوں کا وفد حبشہ گیا اور مسلمان مہاجرین کی واپسی کا تقاضا کیا تو ان کے طرز عمل سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اہل مکّہ کے تعلقات حبشہ سے قدیم زمانے سے رہے ہیں۔

سیاسی زندگی | عرب تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ قصی کے دور سے پہلے مکّہ ایک تجارتی شاہراہ پر واقع اہم اسٹیشن تھا، جہاں چلتے ہوئے قافلے کبھی کبھی رک جاتے۔ پھر معبد ابراہیمی ہونے کی وجہ سے لوگ زیارت کی غرض سے سفر کر لیتے لیکن کسی سیاسی نظام کا وجود نہیں تھا۔ زیادہ سے زیادہ چند تاجروں کی بستی تھی، جنہیں اپنے مال تجارت کو مہنگے داموں بیچنے اور نفع کمانے سے غرض تھی، لوگ قبائلی زندگی کے خوگر تھے لیکن اس میں بدویت کا پہلو بہت بھاری ہونے کی وجہ سے باہم لڑائی جھگڑوں اور قتل وغارت کے علاوہ کسی سیاسی تنظیم کا فقدان تھا۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے قدیم یونانی شہروں اور مکہ میں ایک مماثلت بتائی ہے کہ یونانی شہر کے دو حصے "پولس" اور "استو" یعنی بلند و پست حصہائے شہر ہوتے تھے۔ نامعلوم زمانے سے مکّہ بھی دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ "معلات" اور "مسفلہ" کسی دور میں ان دونوں کے نام "بکہ" اور "مکہ" تھا۔

زبور ۸۴ کی چھٹی آیت ہے:

"مبارک ہے وہ آدمی جسکی قوت تجھ سے ہے جس کے دل میں صیون کی شاہراہیں ہیں۔ وہ وادی بکا سے گزر کر اُسے چشموں کی جگہ بنا لیتے ہیں۔"

اہل علم کے ایک گروہ نے "وادی بکا" سے "وادی مکہ" ہی لیا ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا۔ پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت کرنے) کے لئے

---

[۱] تفسیر سورۃ فیل۔

مقرر کیا گیا وہی ہے جو "بکے" میں ہے بابرکت (۳: ۹۶)

امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) نے "بکہ" کے تحت کئی اقوال نقل کئے ہیں۔ ایک قول ہے کہ "بکہ" سے اندرون مکہ مراد ہے، اور یہ "تباک" سے ماخوذ ہے جس کے معنی "اژدہام" اور "ہجوم" کے ہیں۔ چونکہ طواف کعبہ کی خاطر معبد کے گرد ہجوم رہتا ہے اسی مناسبت سے "بکہ" کا نام پڑا[1] اسی طرح دوسرے مقام پر "مکہ" کا ذکر ہے۔

ترجمہ:- یہ وہی تھا جس نے انہیں تم پر حملہ کرنے سے وادیٔ مکہ میں روک دیا تھا"

ارزقی (م) نے "اخبار مکہ" میں صراحت کی ہے کہ بکہ وہ مقام ہے جہاں معبد تعمیر ہوا اور مکہ پوری بستی کا نام ہے۔

معززین "معلات" میں رہتے تھے اور شہر کی عبادت گاہ اور قبرستان بھی وہیں واقع تھے۔ قصی نے قبضے کے بعد اپنے رشتہ داروں کو وہیں آباد کیا۔ مکہ کے اطراف میں یونانی شہری ریاستوں کی طرح زمین تھی جسے "حرم" کہا جاتا تھا۔ اور تخمیناً یہ رقبہ سوا سو مربع میل تھا[2]

سیاسی نظام | مکہ پر جرہمیوں کی حکومت تھی، قصی نے ان کے سردار کی بیٹی سے شادی کی اور جب وہ مرگیا تو اُس کے وارث ہونے کا دعویٰ کردیا، قصی کا تعلق قبیلہ بنو قضاعہ سے تھا۔ چنانچہ اس قبیلے نے قصی کی مدد کی اور ابن قتیبہؒ کی روایت کے بموجب قیصر روم کی حمایت بھی حاصل تھی۔ اور قصی سرداری حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

سر ولیم میور کی رائے کے مطابق قصی کی حکومت ۴۴۰ء میں قائم ہوئی[3] اور قصی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تقریباً سو سال پہلے فوت ہوئے اس لئے ان کی حکومت ۴۷۰ء تک قائم رہی ہوگی۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے قصی کا وجود ۴۷۵ء تک بتایا ہے[4]

قصی نے حدود شام میں تربیت پائی تھی۔ قریش اس وقت تک بدوی تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قصی نے تہذیب زندگی، نظم مملکت اور تاسیس قومیت کے اصول ملک شام ہی میں سیکھے اور جوانی میں حجاز آکر اسی اصول پر قریش کے منتشر اجزا کو یکجا کیا اور ان میں ایک چھوٹی

---

[1] مفردات القرآن۔ امام راغب اصفہانی۔ زیر لفظ "بکہ"

[2] رسول اکرم کی سیاسی زندگی ص ۳۹۔ ڈاکٹر حمید اللہ۔

[3] LIFE OF MUHAMMAD ص ۱۱

[4] ارض القرآن ج ۲ ص ۱۳۷۔

جمہوری ریاست کی بنیاد ڈالی۔[۱]

اگرچہ قصی اس شہری ریاست کے تنہا حکمران تھے تاہم نظم و نسق کو بہتر طور پر چلانے کیلئے کئی جمہوری ادارے قائم کیئے گئے۔ چند نئے اداروں کی باگ ڈور قصی نے اپنے ہاتھ میں رکھی جس سے ان کا اقتدار مزید مستحکم ہوا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے قصی کے دور کے اکیس[۲۱] شعبے گنائے ہیں لیکن کوئی سند نہیں دی۔[۲] ابن عبد البر نے صراحت سے دس سرداروں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن سترہ انتظامی شعبوں کی نشان دہی کی ہے۔ مختصر یہ کہ ان جملہ شعبوں کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن اس امر پر سب متفق ہیں کہ مندرجہ ذیل پانچ شعبے پائے جاتے تھے:۔

۱۔ دارالندوہ (پارلیمنٹ)
۲۔ حجابہ (خانہ کعبہ کی دربانی و کلید برادری)
۳۔ سقایہ۔ (حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام)
۴۔ افادہ۔ (حاجیوں کی مالی امانت کا انتظام)
۵۔ لواء۔ جنگ

بعد میں کئی عہدوں کا اضافہ ہوا، حتیٰ کہ ظہور اسلام اور بعثت نبوی کے وقت کل چودہ عہدے تھے۔ جو دس عہدہ داروں میں منقسم تھے۔[۳]

قصی کی وفات کے بعد مرکزیت ختم ہو گئی۔ آخر وقت میں قصی نے خود ہی اپنے بیٹوں میں عہدے تقسیم کر دئے تھے۔ اس کے بعد یہ مرکزیت دوبارہ پیدا نہ ہو سکی۔ حتیٰ کہ اسلام کا سورج طلوع ہو گیا۔

اب ہم متذکرہ الصدر پانچ اہم شعبوں کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

دارالندوہ کی بنیاد قصی نے رکھی۔ اس کی اصل حیثیت ایوان حکومت کی تھی، اہم مسائل پر یہیں شوریٰ منعقد ہوتی اور قصی اسکی صدارت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ دارالندوہ (عمارت) کعبہ کے شمال میں واقع ہے۔ اب حرم کی توسیع کے سلسلے میں اس طرف تعمیر کا کام شروع ہے اس سلئے دارالندوہ کا کچھ حصہ گرایا جا چکا ہے۔[۴]

---

[۱] ارض القرآن ج ۲ ص ۱۰۴ [۲] مسلمانوں کا نظام حکمرانی ص ۳۳

[۳] ارض القرآن ج ۲ ص ۱۰۵ [۴] میرا سفر حجاز۔ الرحیم جنوری ۱۹۶۴ء

دارالندوہ میں صرف معمّر افراد ہی شرکت کرتے تھے۔ چنانچہ ارزقی نے بہ صراحت بیان کیا ہے کہ دارالندوہ کے اجلاسوں میں شرکت کے لئے کم ازکم چالیس سال کی عمر ہونا ضروری تھا، لیکن شاہی خاندان کے افراد کے لئے یہ شرط نہیں تھی۔ عمرو بن ہشام (ابوجہل) تیس سال کی عمر میں اس ادارے کا سرگرم رکن تھا۔ حکیم بن حزام تو بیس سال کی عمر ہی میں اجلاسوں میں شرکت کرنے لگا تھا۔[1]

دارالندوہ کے فرائض | ۱۔ مختلف نزاعات اور معاملات کا فیصلہ دارالندوہ میں ہوتا تھا۔ اس اعتبار سے یہ دارالقضا تھا۔

۲۔ اہم پیش آمدہ مسائل پر باہم تبادلہ خیال کیا جاتا تھا۔

۳۔ جب کوئی لڑکی جوان ہوتی تو اسے بے پردہ یہاں لایا جاتا تھا۔ اور علامت کے طور پر ایک قمیص پہنائی جاتی تھی۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اسکی وجہ یہ بتائی ہے کہ لڑکی کی بلوغت کا اعلان کردیا جائے تاکہ خواہشمند رونمائی کے لئے آسکیں۔

۴۔ نکاح و تزویج کی رسم بھی یہیں ادا کی جاتی تھی۔

۵۔ دارالندوہ میں اعلان جنگ و صلح ہوتا اور جنگ کی صورت میں علم لہرایا جاتا تھا۔

۶۔ لڑکوں کے ختنہ کی رسم بھی دارالندوہ میں پوری کی جاتی۔

۷۔ تجارتی معاہدے بھی یہیں ہوتے۔

۸۔ بیرونی مہمانوں کی ضیافت و دعوت کا انتظام بھی دارالندوہ میں ہوتا۔

مندرجہ بالا فرائض کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ دارالندوہ سماجی، سیاسی، دینی اور تجارتی سرگرمیوں کا مرجع تھا۔

فتح مکہ تک دارالندوہ کام کرتا رہا۔ ہجرت نبوی سے پہلے آنحضرت کے قتل کا جو منصوبہ بنایا گیا تھا وہ یہیں سوچا گیا تھا۔ ظہور اسلام کے وقت عثمان بن طلحہ دارالندوہ کے مسئول تھے، وہی اجلاس و مشورہ کے وقت دروازہ کھولتے تھے، اجلاس منعقد کرواتے اور قریش کا علم لہراتے تھے۔ موجودہ دور کی اصطلاح میں عثمان بن طلحہ سپیکر (SPEAKER) کے فرائض انجام دیتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد مشاورت کے لئے مساجد اور خانہ کعبہ کام میں لایا گیا اور "دارالندوہ" ایک یادگار پارینہ بن گیا۔

---

[1] عہد نبوی کا نظام حکمرانی ص ۳۷

۳-۲ حجابہ وسقایہ | خانۂ کعبہ کی مسلم مذہبی اہمیت کی بناء پر ہر دور میں اسکی حفاظت و ترقی کیلئے کوششیں جاری رہیں۔ حجابہ اور سقایہ کے دونوں شعبے اسی سے متعلق تھے۔

خانۂ کعبہ کی رکھوالی (سکونت) اور دربانی (حجابت) کے فرائض کافی اہم تھے، کہا جاتا ہے کہ قصی نے عہدۂ حجابت ایک مشک بھر شراب کے عوض حاصل کیا تھا، بعد میں کلید کعبہ عثمان بن طلحہ کے خاندان میں آگئی اور آج تک یہ کلید اسی خاندان میں چلی آرہی ہے۔

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عثمان بن طلحہ سے خانہ کعبہ کی چابی طلب کی اور دروازہ کھول کر اندر جانے کا ارادہ کیا۔ اس وقت حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ نے یہ درخواست کی کہ حرم کا "سقایہ" ان کے ذمے ہے اس طرح یہ عہدہ حجابت بھی ان کے حوالے کر دیا جائے۔ تو اس پر وحی نازل ہوئی۔

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔ ان اللہ نعما یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعاً بصیراً۔ (۴/۹)

ترجمہ:۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ امانتوں کو ان کے اہل لوگوں کی طرف لوٹانے کا حکم دیتا ہے جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کیساتھ ـــــ الخ

چنانچہ چابی واپس عثمانؓ بن طلحہ کو دیدی گئی۔

"سقایہ" سے مراد حاجیوں کے لیے پانی پلانے کا انتظام تھا۔ آب زمزم کی حفاظت اور اسکی بہم رسانی دینی و دنیاوی نکتۂ نگاہ سے کافی اہمیت کی حامل تھی۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب رقمطراز ہیں کہ مکہ کے باشندوں سے اس خدمت کی کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی، البتہ بیرونی حاجیوں کے ذریعہ سات آٹھ سو اشرفیوں (طلائی) کی آمدنی ہو جاتی تھی [1]

حجابت و سقایہ کے ضمن میں ایک شعبہ "عمارت البیت" کا بھی تھا، اس ضمنی شعبے کا مقصد یہ تھا کہ انچارج گھوم پھر کر نگرانی کیا کرے کہ حدود حرم میں گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا اور شور شرابا تو نہیں ہو رہا تاکہ خانۂ کعبہ کا تقدس برقرار رہے۔ ایک زمانے میں یہ فریضہ حضرت عباسؓ کے ذمہ تھا۔

۴۔ افادہ :۔ کہا جاتا ہے کہ قصی نے اپنے خاندان کو کعبے کے اردگرد آباد کیا۔ یہ اسکا قدرتی نتیجہ تھا کہ دیگر قبائل اسے محسوس کرتے۔ چنانچہ ذہانت کے پتلے قصی نے بیرونی حاجیوں کو خوش

---

[1] عہد نبوی کا نظام حکمرانی صـ۲۶۔

رکھنے کا علاج یہ سوچا کہ حج کے موقع پہ غریب اور نادار حجاج کی مدد کی جائے۔ چنانچہ "بلدیہ" کیطرف سے ان کی عام دعوت کے مصارف کا انتظام کیا گیا۔ اس دعوت کے مصارف پورے کرنے کی خاطر محصول لیا جاتا تھا جسے "افادہ" کا نام دیا گیا۔ اسی کی مناسبت سے اس شعبے کو بھی "افادہ" کہا جانے لگا۔ قصی کی وفات پر یہ عہدہ نوفل کی اولاد میں متوارث ہوگیا۔

۵. لوار (علم جنگ) لوار کا لفظی مطلب "جھنڈا" ہے۔ اور اس سے مراد وہ عسکری شعبہ لیا جاتا ہے جس سے فوجوں کو جمع کیا جاتا اور لڑنے کی خاطر تیار کیا جاتا تھا۔ جب فوجوں کے اجتماع کی ضرورت محسوس ہوتی، لوار لہرا دیا جاتا اور لوگ جمع ہو جاتے۔

"عقاب" بھی انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے، لوار اور عقاب کے لغوی معنوں میں اگرچہ فرق نہیں، تاہم بعض عربی ماخذوں میں یہ دو عہدے بتائے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اسکی توجیہہ یہ کی ہے کہ ممکن ہے "لوار" سے مراد قبائلی جھنڈا اور "عقاب" سے مراد جنگی قومی جھنڈا ہو، بہرحال یہ دونوں کام دو مختلف گھرانوں میں متوارث تھے، لوار کا انتظام بنی امیہ کے ذمے تھا۔

معروف غیر مسلم مستشرق حتی (HITTI) نے عقاب کے بارے میں لکھا ہے کہ جھنڈے پر عقاب (پرندہ) کی شکل بنائی جاتی تھی جو نہایت فاش غلطی ہے۔ عقاب سے مراد "بڑا جھنڈا" ہے۔ یہ ہے ان غیر مسلم مستشرقین کی لیاقت جس سے ہمارا ایک طبقہ مرعوب ہے۔ ■■

بقیہ: شب برات ----- اور آج دن میں روزہ ہے، خبر دی ہے اس مخبر صادق نے جو ہم سب سے کہیں زیادہ علم والا تھا کہ آج آسمان دنیا پر گو سال تمام کا دن ہوتا ہے ہر شخص کا (چٹھا) کٹ جاتا ہے، اسکی موت زندگی، بیماری، تندرستی، تنگی و خوشحالی، غم و شادمانی سب کا حساب سال بھر کے لئے آج ہی فرشتوں کے رجسٹر میں درج ہو جاتا ہے۔ مبارک ہے وہ بندہ جس کا نام ایسے وقت رجسٹر میں درج ہو کہ وہ مالک کی چاکری میں کمربستہ پایا جائے دن ہو تو روزہ اور رات ہو تو تہجد گزار خوش نصیب ہے وہ ملت جس کا ایک ایک فرد آج اپنے نفس کی اصلاح و احتساب کا سالانہ پروگرام بنائے، بدی کی مخالفت کا، نیکی کی متابعت کا بیڑا اٹھائے۔ رمضان کے فرض روزوں کے بعد، پھر جن تاریخوں کے روزہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص اہتمام تھا، انہیں میں سے ایک یہ روزہ پندرھویں شعبان کا ہے، پس یہ ہے کل کائنات مذہبی حیثیت سے شب برات کی، رتجگا نہ سینما، کارنیول نہ ڈراما نوبت نہ روشن چرکی، آتش بازی نہ حلوہ سازی، ناچ نہ رنگ، نہ شرابیوں جواریوں کے ڈھنگ، رات کی عبادت اور دن کا روزہ۔ بس اللہ اللہ خیر صلاح! ◆◆